SURENDRANATH COLLEGE,KOLKATA

سریندر ناتھ کالج کولکتہ،

B.A. GENERAL

بی۔ اے ۔ جنرل

SEMESTER - IV

URDG-G-LCC (2)

STUDY MATERIAL - 12

DR.BILQUIS BEGUM

Head Of Department, Urdu

SURENDRANATH COLLEGE, KOLKATA.

ڈاکٹربلقیس بیگم

صدر شعبہء اردو

سریندر ناتھ کالج، کولکتہ

﴿انتظار حسین﴾ : خصوصی مطالعہ

جدید افسانہ نگاروں کی فہرست میں انتظار حسین صرف ایک نام ہی نہیں بلکہ ایک دبستان ہیں۔ داستان، کہانی، افسانہ اور علامت کے سفر میں جدیدیت کی بازیافت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں تمثیلی و تجریدی تکنیک کا استعمال کیا ہے۔

انتظار حسین نے ادبی زندگی کی شروعات افسانہ ''قیوما کی دوکان'' (1948) سے کی ہے۔ انتظار حسین اپنے افسانوی سفر میں مغربی مفکرین کے نظریے سے بے حد متاثر رہے ہیں مثلاً ترگنیف، ٹالسٹائی کی حقیقت پسندی اور چیخوف کی جزئیات نگاری ،اسی لئے ان کے افسانوں میں کبھی تصوف کا رنگ، کبھی شاعری کی سرمستی، کبھی اقبال کی ذات کے عرفان کا رنگ جھلکتا ہے۔ اپنے افسانوں کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں :

''میں کہانی کیا لکھتا ہوں، کھوئے ہوؤں کی جستجو کرتا ہوں اور آتشِ رفتہ کا سراغ لیتا پھرتا ہوں لیکن آتشِ رفتہ کے سراغ کا سلسلہ شروع ہو جائے تو بات سن ستاون تک محدود تو نہیں رہ سکتی ۔پہنچنے والا کربلا تک بھی پہنچ سکتا ہے اور اس سے پیچھے جنگ بدر تک بھی جا سکتا ہے۔''

(علامتوں کا زوال حسین صفحہ ۱۵)

انتظار حسین کے افسانوی سفر کے متعلق پروفیسر ارتضیٰ کریم لکھتے ہیں :

''انتظار حسین کے افسانوی ادب کی پہچان بزرگانِ دین کے ملفوظات، تلمیحات اور داستانوی لب ولہجہ کے بغیر ممکن نہیں لیکن یہ سب چیزیں اوپر سے تھوپی ہوئی معلوم نہیں ہوتیں بلکہ پڑھنے والے کو احساس ہوتا ہے کہ یہ کہانی یوں ہی لکھی جا سکتی ہے۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ انتظار حسین کی کہانیاں نہ ہوتیں تو جدیدیت کے نام پر نام نہاد ''ادیبوں'' کی جو بھیڑ آئی تھی، ان کے بھونڈے پن کا اور ان کی نقالی کا بھانڈا ابھی نہیں پھوٹتا۔ یہ انتظار حسین ہیں۔''

(انتظار حسین ایک دبستان ص:۱۵)

انتظار حسین کے یہاں فن کا بنیادی نکتہ ماضی کا تجسس و جستجو اور تلاش ہے۔ وہ اپنی تہذیب اور جڑ کی شناخت کو علامتی روپ میں جا بجا پیش کرتے ہیں۔ ایک طرح سے ان کے افسانوں میں ہجرت کا تجربہ ہوتا ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ :

''انتظار حسین کا بنیادی تجربہ ہجرت کا تجربہ ہے اور انھیں شدت سے اس بات کا احساس ہے کہ ان کی ذات کا کوئی حصہ کٹ کر ماضی میں رہ گیا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک موجودہ معاشرے کی کوئی تصویر اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ماضی کے کٹے ہوئے حصے کو تخیل کے راستے واپس لا کر ذات میں نہ سمویا جائے۔''

(اردو افسانہ روایت اور مسائل گوپی چند نارنگ ص:۵۳۹-۵۳۸)

عظیم الشان صدیقی بھی گوپی چند نارنگ کے ہم خیال نظر آتے ہیں :

''انتظار حسین کے وہ افسانے جو ہجرت کے ابتدائی دور میں لکھے گئے، اس تجربے کے براہِ راست اظہار سے تعلق رکھتے ہیں اور ایسے مسافر کے ذہنی رویوں اور تخیلی بازیافت کو پیش کرتے ہیں جو وطن سے کوسوں دور مسافرت کی زندگی گزارنے پہ مجبور ہیں۔''

(افسانوی ادب تحقیق و تجزیہ عظیم الشان صدیقی)

چھٹی دہائی کے بعد انتظار حسین کے افسانوی سفر میں کئی رجحانات و میلانات کی تبدیلی نظر آتی ہے۔ دیہات کے فطری ماحول کی رعنائی سے لے کر شہر کی پختہ سڑکوں اور High Way کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ انتظار حسین کے افسانوی سرمایے میں تقریباً پندرہ افسانوں کے مجموعے ہیں لیکن دیہاتی زندگی اور شہری ماحول اور اس کے متضاد مسائل کی عکاسی چند مخصوص کہانیوں میں ملتی ہے۔ جدیدیت کے ستون کہلانے والے انتظار حسین کے یہاں بھی زندگی کی بنیادی حقیقت اور اس کے کرب و درد کا احساس نہایت متاثر کن انداز میں ملتا ہے۔

دیہات کا فطری حسن

انتظار حسین کی بیشتر کہانیاں علامت اور استعارے کا مرقع ہیں۔ جدید اور جدیدیت کے تمام رجحانات ان کی کہانیوں میں صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ لیکن دیہاتی ماحول کی سادگی اور دیہات کے فطری حسن کی رعنائی اور اس کی کشش انتظار حسین کے افسانے کے پلاٹ کا بے حد اہم حصہ ہے۔ انتظار حسین نے اپنی آنکھیں گاؤں کے فطری ماحول میں (بلند شہر کے ضلع بستی کا نام رُبائی تھا) کھولی تھیں۔ لہلہاتے کھیت، سبز میدان چرند پرند کا شور، ندی تالاب کا صاف و شفاف پانی، انتظار حسین کے زندگی کا بے حد خوبصورت اور دل کش لمحات ہیں جنہیں افسانوی شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔ افسانہ ''پڑوسی'' میں دیہات کے فطری حسن کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو ذیل کا اقتباس:

''پرے پہاڑی پر اسے اپنا مکان دکھائی دے رہا تھا۔ نیچے دبکا ہوا سا، عقب میں شاہ بلوط کی پتیاں اور آگے پن چکی اور پہاڑی کی نرم و ہموار ڈھلوانوں کے نیچے نیچے گندم کی پیلی سنہری بالیں لہلہا رہی تھیں اور ان کے پیچھے سفید سفید میدان چھیلا ہوا تھا۔ گندم کے کھیت پر اور چراگاہ پر اور چری کی کھیتی پر برف برس رہی تھی۔ ہوا کچھ کم تھی اور موسم خشک تھا۔ سُہانی برف گر رہی تھی اور اس سرخ گھاس پہ اور اکّا دکّا سدا بہار جھاڑیوں پہ اور کنکروں پتھروں پہ جمتی جا رہی تھی۔ عجب خوشنما منظر تھا کہ آنکھوں میں سمایا جا رہا تھا۔''

(پڑوسی ص:69)

دیہاتی ماحول میں کھیت کھلیان کی ہریالی اور اس کا لہلہانا جھومنا، فطری حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ انتظار حسین کے دیہاتی موضوعات پر مبنی افسانوں میں کھیت کو مرکزیت حاصل ہے۔ کھیت اور کھلیان دیہاتی ماحول اور کسانوں کی زندگی کی شان ہوتے ہیں۔ جنہیں انتظار حسین نے اپنا افسانوں میں عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ افسانہ ''جنگل'' میں کھیت و کھلیان کا فطری منظر ابھرتا ہے :

''شرافت، قمرل، نور اور اچھن اس وقت مولا کے کھیت کے پاس سے گزر رہے تھے۔ کھیت میں سوکھی ہوئی پیلی پیلی جڑوں کا ایک جالی سا بچھا ہوا تھا۔ مولا کے چند کھیتوں سے قطع نظر سامنے خاصی دور تک میدان ہی میدان نظر آ رہا تھا۔ اکا دکا درخت ضرور موجود تھے۔''

(جنگل ص-261)

انتظار حسین کے افسانوں میں دیہات کے گھروں، وہاں کی پگڈنڈیاں، کچے ٹیڑھے میڑھے راستے وغیرہ منفرد ادا کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ افسانہ ''کشتی'' میں دیہاتی ماحول کی خوبصورت تصویر ملتی ہے۔

''زینے، ڈیوڑھیاں، آنگن، تیڑھی تیڑھی راہیں، نیلے، پھلوں سے لدے، پرندوں سے بھرے اونچے پیڑ، ایک دم سے انہیں کتنا کچھ یاد آ گیا تھا۔''

(کشتی صفحہ-224)

دیہاتی کردار

دیہات کی پرسکون فضا میں بسنے والے باشندے کی زندگی بھی نہایت سادہ اور معصوم ہوتی ہے۔ دنیا کی چالاکی، چال بازی اور سیاسی داؤ و پیچ وغیرہ سے دیہاتی افدار بے خبر ہوتے ہیں۔ اِن افراد کی زندگی صبح سے شام تک مخصوص کاموں تک محدود ہوتی ہے۔ کھیتوں میں جانا، ہل چلانا، جانوروں کی دیکھ بھال کرنا، اپنی برادری کے لوگوں کے درمیان اُٹھنا بیٹھنا گاؤں کے باشندوں کی زندگی کا حسب معمول ہوتا ہے۔ انتظار حسین نے اپنے افسانے میں دیہاتی کردار کی سادگی و معصومیت اور ان کے بھولے پن کو فنی پیکر میں عیاں کیا ہے۔ افسانہ ''ٹھنڈی آگ'' میں مختار صاحب کا کردار دیہاتی سماج کی منہ بولتی تصویر ہے :

''برابر میں ننوا حلوائی کی دکان تھی۔ دراصل ننوا حلوائی کی دکان ہی کی معرفت مختار صاحب کی ان تک رسائی ہوتی تھی۔ ورنہ پہلے تو محض دور کی علیک سلیک تھی۔ مختار صاحب نے ناشتہ جلیبیوں کا کیا۔ تاروں کی چھاؤں میں اٹھتے اور سیدھی اپنے کھیتوں کا رخ کرتے، واپسی میں ننوا حلوائی کی دکان پر پڑاؤ کرتے۔ دونا بھر جلیبیاں خرید کھڑے کھڑے کھاتے اور پھر اکیلے گھر میں آ پڑتے۔''

(ٹھنڈی آگ صفحہ:176)

''اندر پہنچ کر مختار صاحب کا انداز اب بدل بھی جایا کرتا تھا۔ وہ ہوں ہاں کرتے کرتے اچانک باتیں کرنی شروع کر دیتے اور کرتے چلے جاتے، فصلوں کی خرابی، بارش کی کمی، کسانوں کی شرارتیں گیہوں کی مہنگائی۔ نہ جانے کس کس موضوع پر وہ گفتگو کرتے اور رقیہ ہر گفتگو کو پوری یکسوئی سے سنتی۔ جس شوق سے وہ خبر سنتی کہ اس مرتبہ خربوزوں کی فصل اچھی ہے۔ اسی انہماک سے یہ بات سنتی کہ اگلے برس مختار صاحب کے رہٹ کے لئے بیلوں کی نئی جوڑی خریدی جائے گی۔''

(ٹھنڈی آگ، انتظار حسین اور ان کے افسانے مرتبہ پروفیسر گوپی چند نارنگ ص:۱۸۴)

یا پھر یہ اقتباس:

''میں تمہاری جگہ ہوتا تو پینا چھوڑ دیتا لیکن تمہارے تو جو جی میں آئے گی وہی کرو گے۔ میں اب تک تو کسی سیلانی سے قہوے یا تمباکو کی لت چھڑا نہیں سکا ہوں۔ میں نے تو یہ کوشش ہی چھوڑ دی ہے لیکن یہ طے بات ہے کہ تمہیں کھیتی باڑی کے کام سے کنارہ کرنا پڑے گا۔ ویسے تم مویشیوں کی کھلائی پلائی کا کام کرو، کھیتی کا موٹا چھوٹا کام کر لیا کرو، کوئی مضائقہ نہیں، لیکن کھیتوں میں کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس تمہارا سانس چڑھ جائے۔

''اناج پھینکنے کے متعلق کیا خیال ہے؟''

''ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔''

روزی کی کی پیشانی پہ بل پڑ گئے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا''

(پڑوسی، مجموعہ ناد، آئینہ ادب لاہور صفحہ:۵۴-۵۳)

دیہات سے شہر کی طرف

انتظار حسین کے فن کا پلاٹ مختلف رنگوں کا مرقع ہے۔ ان کا مشاہدہ اور تجربہ نہایت گہرا اور وسیع ہے۔ انہوں نے اپنے افسانے کے ذریعہ انسانی تہذیب کے بدلتے ہوئے مزاج کو بے حد سلیقہ کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ افسانہ ''ہندوستان سے ایک خط'' میں دیہاتی ماحول سے شہری فضا کی جانب بڑھتے قدم کو عیاں کیا گیا ہے۔ دیکھئے ذیل کے اقتباس:

''بمبئی کی بلّی دیکھ کر سلوچنا ہر مئے۔ ایک روز پھوپھی اماں کی سونے کی بالیاں چرا کر گھر سے نکل گئے اور سیدھے بمبئی پہنچے، میاں جانی کہلا بھیجا کہ صاحب زادے! اب ادھر کا رخ نہ کرنا، بمبئی میں ایک نٹنی نے انہیں جھانسا دیا کہ تمہیں سلوچنا سے ملاؤں گی۔ سلوچنا سے تو نہ ملایا، خود گلے پڑ گئی۔ ساری جوانی بمبئی میں گزری پھوپھی اماں کے مرنے کی خبر پہنچی تو آئے۔ بڑھاپا آچکا تھا۔ لمبی سفید داڑھی، ہاتھ میں تسبیح، ماں کو بہت روئے۔ ہم سب نے کہا کہ اب تم یہیں رہو۔ بولے کہ میاں جانی کی اجازت کے بغیر یہاں کیسے ٹک سکتا ہوں۔ میاں جانی ان سے پہلے ہی سدھار چکے تھے، اجازت کون دیتا۔ پھر بمبئی چلے گئے۔''

(ہندوستان سے ایک خط، انتظار حسین اور ان کے افسانے مرتبہ گوپی چند نارنگ صفحہ:۱۱۳)

انتظار حسین کے افسانے میں شہری ماحول اور شہری زندگی کے تمام متضاد پہلوؤں کی عکاسی نہایت ہنرمندی سے ملتی ہے۔ شہروں کی فضا اور شہری ماحول کی سماجی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی زندگی و حالات کے پیچیدہ مسائل کو انتظار حسین نے اپنے فن میں علامتوں و استعاروں کے فارم میں پیش کیا ہے۔

شہری ماحول

ریلوے اسٹیشن اور ریل گاڑی شہری ماحول کے ترجمان ہیں۔انتظار حسین کے افسانوں میں شہری فضا کی خصوصاً آمدورفت کے وسائل اور اس کی سہولیات کی بے حد جاذب تصویر ملتی ہے۔افسانہ ''کٹا ہوا ڈبّا'' میں ریلوے اسٹیشن اور ریل گاڑی کی بھرپور عکاسی ملتی ہے :

> ''ریل گاڑی تو پورا شہر ہوتی ہے۔دو چار آٹھ دس مسافر تو نہیں ہوتے۔ہر اسٹیشن پہ سینکڑوں آدمی اترتا ہے۔اور سینکڑوں آدمی چڑھتا ہے۔طرح طرح کا آدمی رنگ رنگ کی مخلوق ۔غرض ایک خلقت ہوتی ہے اور کھوئے سے کھوا چھلتا ہے۔''

(کٹا ہوا ڈبّا ص:32)

> ''ان گنت اسٹیشن آئے اور گذر گئے۔ان گنت بار ریل گاڑی کی رفتار دھیمی پڑی، دھیمی پڑتی گئی۔اندھیرے ڈبّے میں اجالا ہوا۔پھیری والوں اور قلیوں اور نکلتے بڑھتے مسافروں کا شور بلند ہوا۔سیٹی سیٹی کے ساتھ جھٹکا لگا اور پھر ریل چل پڑی۔''

(ایضاً ص:35)

بڑے بڑے شہروں میں چلنے والی بسیں، ڈبل ڈیکر بسیں، کاریں، لاری، ٹرک، ٹرام وغیرہ شہری زندگی اور شہری ماحول کا اہم حصّہ ہیں۔انتظار حسین کے افسانے میں شہری زندگی اس خوبصورت اور رنگین مناظر کی عکاسی ملتی ہیں :

''اس وقت وہ ڈبل ڈیکر کی بالائی منزل میں دریچے کے برابر کی نشست پر بیٹھا تھا اور دیکھ رہا تھا۔سفر میں خواہ وہ بس کا سفر ہو یا لاری کا یا ریل گاڑی کا اس نے ہمیشہ دریچے کے برابر بیٹھنا پسند کیا۔ ''یہ کون سا سٹاپ ہے۔لوگوں کو بے تحاشا اترتے دیکھ کر اس نے سوچا۔لوگ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اس بدحواسی سے اترنے لگے جیسے کسی بڑی آگ سے بھاگتے ہیں۔یہ تو پوری بس ہی خالی جا رہی ہے۔اترنے والوں کے بعد کچھ لوگ سوار بھی ہوتے مگر چل پڑنے کے بعد بس خالی خالی نظر آتی۔اسے تعجب ہونے لگا کہ ایک سٹاپ پر کتنے لوگ اتر گئے اور اگر اگلے سٹاپ پر باقی لوگ بھی اتر گئے تو؟ تو وہ اکیلا رہ جائے گا۔اس خیال سے وہ کچھ ڈر سا گیا۔'' (ہم سفر ص:۱۳۹)

ہوٹل اور ریسٹورنٹ کے مناظر

موجودہ زمانے کی شہری فضا میں ہوٹل اور ریسٹورنٹ کا چلن عام ہے۔دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہوٹل اور ریسٹوران کی اپنی منفرد حیثیت اور پہچان ہے۔کچھ شہر ہوٹل اور ریسٹورنٹ سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔جدید ٹکنالوجی کے عہد میں ریستورانوں میں کھانا، شہری زندگی کے سماجی و معاشی Status کا حصہ ہے۔انتظار حسین کی زندگی کی بیشتر حصہ بڑے بڑے شہروں سے وابستہ رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے فن کے وسیلے سے شہری ماحول کے بدلتے ہوئے معاشرے اور اس کے بلا

واسطہ یا بالواسطہ اثرات کی عکاسی کی ہے۔ انتظار حسین کے فن کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے عہد کے بدلتے ہوئے رجحانات کو فنی پیکر میں ڈھالنے کا ہنر جانتے ہیں۔ ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''خاموشی۔ مگر کتنے بے ہنگم طریقے سے خاموش ہوتے تھے۔ عارف نے ویٹر کو آواز دی۔

''ویٹر بل لے آؤ''

''کیوں جا رہے ہو؟ فاروق نے پوچھا

''ہاں یار'' بڑبڑایا'' آج کی شام بھی برباد ہوگئی'' ویٹر بل لے آیا۔ عارف نے بل ادا کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''پھر ہم بھی چلیں'' فاروق نے پرویز کی طرف دیکھا

''ہاں اور کیا'' رک کر'' یار تم لوگ بہت بور ہو گئے ہو۔''

تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور باہر نکل آئے۔

''فاروق تم کہاں جا رہے ہو'' عارف نے پوچھا

''بس یار اب گھر ہی جاؤں گا''

عارف نے پھر پرویز کی طرف دیکھا۔ تھوڑے تامل کے بعد کہا'' پرویز تم میرے ساتھ چلو''

''کہاں؟''

''میرے گھر''

''مزید بور کرنا چاہتے ہو''

''تمہارے مطلب کی ایک آئی ہوئی ہے''

''کون سی؟''

''چلو اور خود دیکھ لو''

''پرویز نے تھوڑا سوچا'' اچھا چلو چلتے ہیں''

(پوری عورت، شب خون شمارہ-۱۲۰ (اپریل-مئی ۸۱ء)

''منیجر نے زینے کے برابر والی میز پر جو کاؤنٹر سے خاصے فاصلے پر تھی ایک نظر ڈالی پھر بولا:

''مجھے تو دھیان نہیں وہاں کون صاحب بیٹھے

تھے.....اس نے صدیق بیرے کو، کہ درمیان میں پڑی ہوئی میز کو صاف کر رہا تھا۔ آواز دی۔

''صدیق'' جب صدیق قریب آیا تو پوچھا'' اس کونے والی میز پر کون سا بیرا ہے؟''

(وہ اور میں ص:213-212)

شہروں کا شور وغل

شہری ماحول میں شور وغل، بھیڑ بھاڑ، لوگوں کا ہجوم، گاڑیوں کی آمد ورفت، سیاسی لیڈروں کی نعرہ بازی وغیرہ انسانی زندگی اوراس کی ثقافت کی علامت ہے۔ انتظار حسین نے اپنے افسانہ ''شور'' میں شہری ماحول کے آہنگ کو یوں پیش کیا ہے:

''یار شہر کتنا خاموش ہوا کرتا تھا۔ ہم کتنے اطمینان سے اس سڑک پر چلا کرتے تھے'' میں نے سڑک پر دور تک نظر دوڑائی۔ بسیں، موٹریں، ٹیکسیاں، رکشائیں اور سب سے بڑھ کر اسکوٹر ۔ایک طوفان اٹھا ہوا تھا۔ شور الٰہی توبہ۔ بس اس ساعت میں جب ہم ایک خاموش گوشے کی تلاش میں تھے اچانک ہمیں احساس ہوا کہ شہر میں کتنا ہجوم ہو گیا ہے اور شور کتنا بڑھ گیا ہے۔ شاید اس کے یہاں بھی بات کرنے کی خواہش زور پکڑ گئی تھی۔ خاموش گوشے کی تلاش جتنا میں سرگرم تھا اتنا ہی وہ سرگرم تھا۔ کہاں کہاں پہنچے اور کہاں کہاں سے مایوس پھرے اور بات کرنے کی خواہش تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔ جیسے ہمیں بہت اہم مسائل پر گفتگو کرنی ہے''

(شور، شب خون شمارہ ۱۱۲ مئی- جولائی ۱۹۷۹ء)

شہری کردار

انتظار حسین نے اپنے افسانے میں شہر کے ہر طبقے کے باشندوں کے کردار کی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ شہروں میں بسنے والے اعلی، متوسط اور کمزور طبقے کے افراد اور ان کی سماجی حیثیت کو انتظار حسین نے اپنا افسانہ ''اپنی آگ کی طرف'' میں نہایت دلکش پیرائے میں اجاگر کیا ہے:

''اس بلڈنگ میں رہنے والے اور لوگ بھی نئے نہیں تھے۔ منزل بہ منزل فلیٹ ہی فلیٹ تھے۔ جن میں ہر قماش کا آدمی آباد تھا۔ کوئی مقامی کوئی مہاجر۔ کوئی کسی دفتر میں کلرک کوئی کسی کالج میں استاد۔ کوئی صاحب اہل وعیال ہے کہ سال بہ سال بڑھتے ہوئے خاندان کے ساتھ چھوٹی سی چھت کے نیچے سر چھپائے بیٹھا ہے۔ کوئی چھڑا ہے کہ دن بھر مٹر گشت کرتا ہے۔ اور رات گئے تالا کھول کمرے میں پڑا رہتا ہے۔ کسی کا پنشن پہ گذارا ہے۔ کسی نے کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر رکھا ہے۔ کسی نے یہیں اسی بلڈنگ کی دکانوں میں سے کوئی دکان لے رکھی ہے۔''

(اپنی آگ کی طرف ص-192)

انتظار حسین کے فن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے فن کے پلاٹ میں ہر طبقے کے افراد کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ سرکاری یا غیر سرکاری عہدے دار ہوں یا عام انسان، ان تمام افراد کو اپنی کہانی کا حصہ بناتے ہیں۔ افسانہ ''ٹھنڈی آگ'' میں پوسٹ آفس کے پوسٹ ماسٹر کے کردار کی عکاسی ملتی ہے:

''پوسٹ ماسٹر صاحب کی ملن ساری کو تو شاید ڈاک خانے نے.....لیا تھا۔ جب تک ان کی پنشن نہیں ہوئی تھی۔ ان کا طور یہ رہا کہ صبح نو بجے گھر سے نکلنا، سارے دن منی آرڈروں، رجسٹری

کے لفافوں اور پارسلوں میں غرق رہنا اور شام کو خاموش سر نیوڑھائے گھر واپس آنا۔''

(ٹھنڈی آگ ص-176)

شہر کی سماجی زندگی

شہری زندگی کے سماجی نظام میں مشترکہ خاندان کا زبردست فقدان ہے۔شہری معاشرے کے ان مسائل کو انتظار حسین کے فن نے بے حد متاثر کن انداز میں اجاگر کیا ہے۔

جدید ٹکنالوجی اور مشین نے انسانی زندگی کو بے حد عیش و آرام کی بے شمار سہولیات فراہم کی ہیں لیکن انسانی رشتے ،اقتدار، خلوص و محبت کے سبھی دروازے بند کر دیئے ہیں۔جدید انسان مادی اور مادیت پرست کا بت بن گیا ہے۔مشترکہ خاندان کا تصور نا پید ہوتا چلا جا رہا ہے۔انتظار حسین نے اپنی کہانیوں میں شہری ماحول اور شہری زندگی کے ان متضاد مسائل کو اجاگر کیا ہے جس کا تعلق ادب اور زندگی سے رہا ہے۔افسانہ ''محل والے'' میں شہر کی سماجی زندگی کی عکاسی ملتی ہے:

> ''جج صاحب کے گذرنے کے ساتھ ساتھ ایسی جمی کا یہ دور بھی گذر گیا ..... جائداد کے بٹوارے تک کی نوبت آ گئی تھی۔جبّار شیخ نے کلکتہ جا کر بیوپار شروع کر دیا۔ہاں دی بھائی آگرہ جا کر پہلے ایک چمڑا رنگ
> نے کے کارخانے میں ملازم ہو گئے۔پھر اپنی جوتوں کی دوکان کھول لی اور ہادی بھائی جوتے والے کے نام سے مشہور ہو گئے۔جعفری اور پروفیسر شاہ انگریزی تعلیم پائی تھی۔انہوں نے تجارت کے کاموں میں پڑنے میں اپنی ہتک سمجھی۔جج صاحب مرحوم کے روابط کام آئے اور جعفری سفارشوں کے زور پر سی پی کے محکمۂ جنگلات میں رینج آفیسر مقرر ہو گئے۔''
>
> (محل والے صفحہ:86)

سیاسی مسئلہ

آزادی کے بعد برصغیر کے دونوں ملکوں کو ہجرت کے نام پر رونما ہونے فساد اور دہشت کے دل سوز واقعات و حادثات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔آزادی کے بعد برصغیر کے دونوں ملکوں میں ہجرت کے دوران رونما ہونے والے فسادات اور دہشت نے کئی شرم ناک حادثات واقعات کو جنم دیا۔مذہب کے نام پر بے گناہ معصوم انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔فرقہ وارانہ فساد کی آگ کی لپیٹ میں برصغیر کے بڑے بڑے شہر خصوصاً دلّی، بمبئی، پنجاب، کلکتہ، حیدرآباد، لاہور، کراچی وغیرہ شامل رہیں۔شہری زندگی کے ان واقعات پر انتظار حسین کا فن خون کے آنسو روتا ہے۔انہوں نے اپنے افسانے کے ذریعہ شہری ماحول کی اس بربریت کو بے حد سلیقے کے ساتھ واضح کیا ہے۔

افسانہ ''دوسرا راستہ'' کا یہ اقتباس شہر کی سیاسی ہلچل کی عمدہ مثال پیش کرتا ہے:

> ''ایک اینٹ اچانک اس کے اور ظفر کے پیچھے والی سیٹ پر شیشے پر آ کر پڑی۔شیشہ ایک تیز شور کے ساتھ چکنا چور ہو کر بکھر گیا اور اس نے بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ اپنے آپ کو سمیٹ

.....بس ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی ہے۔اور لوگ ہڑ بڑا کر سیڑھیوں سے اتر رہے ہیں۔''

(دوسرا راستہ ص-188)

یا پھر یہ اقتباس:

''سامنے ساری سڑک پر.....بکھری پڑی تھیں اور ایک گرے ہوئے بڑے سے سائن بورڈ سے ہلکا ہلکا دھواں اُٹھ رہا تھا۔اسے لگا کہ گاڑی کسی دور دراز کے ویران سنسان اسٹیشن سے گزر رہی ہے.....ہم سلامت نکل جائیں گے۔''

(ایضاً ص-189)

انتظار حسین نے اپنے فن کے ذریعہ دیہاتی اور شہری دونوں فضاؤں کی خوبصورت مصوری کی ہے۔دیہاتی ماحول کے فطری حسن سے لے کر دیہات کے سماجی وسیاسی نظام کی خامیوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ان کی بیشتر کہانیاں شہری زندگی اور شہری ماحول کے پیچیدہ مسائل کو تجریدی وعلامت کے فارم میں اجاگر کرتی ہیں۔

انتظار حسین کا افسانوی سفر دیہات سے شہر کی جانب گامزن رہا ہے۔کہانی کا پلاٹ اور اسلوب میں جدید تکنیک کا استعمال زیادہ ملتا ہے۔یہی انتظار حسین کی کہانیوں کی منفرد خصوصیت ہے۔

☆☆☆☆☆